محمد رمضان یوسف سلفی

برصغیر میں علمائے اہل حدیث کی تبلیغ کے اثرات

محترم مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ کا نام اور کام محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تحریر و نگارش کی خوبیوں سے بہرہ ور فرمایا ہے اور وہ اپنی ان صلاحیتوں کو مسلک اہل حدیث اور حاملین مسلک کی خدمت میں بروئے کار لا رہے ہیں۔ جماعتی و مسلکی جرائد و رسائل میں سے شاید ہی کوئی رسالہ ایسا ہو کہ جس میں سلفی صاحب کا کوئی نہ کوئی مضمون' کسی کی وفات کی خبر یا شذرہ اور کسی کتاب پر تبصرہ شائع نہ ہوتا ہو۔ ماشاء اللہ بڑے سنجیدہ' معاملہ فہم اور اسلوب نگارش سے واقفیت رکھنے والے صالح نوجوان ہیں۔ ماہنامہ ترجمان الحدیث سے پرانا تعلق رکھتے ہیں اور ادارہ ترجمان الحدیث بھی ان کے تعاون اور محبت کا قدردان ہے۔ مسلک اہل حدیث کا بنیادی منہج ''اعلاء کلمۃ اللہ'' ہے۔ جس کے لیے دعوت و تبلیغ ایک موثر و اولین ہتھیار اور فریضہ ہے۔ لیکن بعض لوگ جان بوجھ کر یا نادانستہ طور پر تبلیغ اور مبلغین ذی وقار کو موقعہ بموقعہ اپنی تنقید کا ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ شاید ان کی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ تبلیغ کا سلسلہ ختم ہو جائے تاکہ مسلک اہل حدیث کی اشاعت و ترویج میں کمی آ جائے۔ سلفی صاحب نے ایسے ہی اصحاب کی خدمت میں برصغیر کے چند نامور علمائے کرام کی تبلیغی مساعی اور اس کے اثرات کو اجمالی طور پر پیش کر کے انھیں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تبلیغ دین ایک فریضہ' مشن اور ہر ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت سلفی صاحب کی خوبیوں' نیک جذبات اور مسلک سے محبت میں مزید نکھار پیدا کرے اور زیر نظر مضمون کو بہت سوں کی راہنمائی کا سبب بنائے۔ آمین۔ (ادارہ)

دین اسلام کی نشر و اشاعت کا ایک بہت بڑا موثر ذریعہ وعظ و تقریر ہے۔ ایک اچھا داعی اپنی شیرینی گفتار' قادر الکلامی اور فصیح البیانی سے لوگوں کو جس طرح متاثر کرتا ہے اور ان کے قلب و ذہن کی دنیا کو بدل کے رکھ دیتا ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ داعی کی نیت نیک ہو' وہ تقویٰ و صالحیت کی دولت سے مالا مال ہو' عالم با عمل ہو' گفتگو کا طریقہ اور تبلیغ کا سلیقہ جانتا ہو تو لوگ اس کی بات سنتے اور اس کے وعظ کا اثر قبول کرتے ہیں۔

افسوس...... آج بعض نافہم لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ مولویوں کے وعظ میں کچھ اثر نہیں رہا۔ ان کی تبلیغ اور دینی اجتماعات بے اثر ہیں۔ یہ دینی جلسے وقت کا زیاں اور دولت کا اصراف ہے وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ اگر ہم اسلامی تاریخ کے تناظر میں جھانک کر دیکھیں تو یہ چیز واضح دکھائی دے گی کہ جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اللہ رب العزت کی وحدانیت اور اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہوئے اہل مکہ کو اسلام کی دعوت پیش کی تھی تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا تھا اور دوسرے موقع پر آپ نے اپنے عزیز و اقارب کو اکٹھا کر کے توحید کا درس دیا۔ آخرت کا خوف دلایا اور انہیں دین اسلام اختیار کرنے کی دعوت دی تھی۔ انہیں آپ دین اسلام کی دعوت کا پہلا جلسہ یا اجتماع کہہ سکتے ہیں۔ پھر جیسے جیسے اسلام پھیلتا گیا' دعوت اسلام کا کام بھی تیزی پکڑتا گیا۔ نبی علیہ السلام نے اپنے مبلغ دور دراز علاقوں تک بھیجے۔ وہ ستر قاری جو آپ کے اصحاب میں خاص مقام رکھتے تھے' انہیں مختلف قبائل میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ہی تو روانہ کیا تھا' جنہیں بعد میں کفار نے دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ پھر کتب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جہاں مردوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کر رکھا تھا' وہی آپ عورتوں کی تعلیم و تربیت کیلئے بھی اہتمام فرماتے تھے اور خواتین آپ ﷺ سے مسائل دریافت فرماتی تھیں۔ عیدین کے موقع پر جہاں آپ ﷺ مردوں کو وعظ فرماتے تھے' وہیں عورتوں کو بھی وعظ و نصیحت فرماتے۔ یہ چند ایک مثالیں ہیں اگر اس موضوع کو طوالت دی جائے تو دفتروں کے دفتر بھرے جا سکتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی نشر و ترویج کا جائزہ لیا جائے تو جہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے خدمت دین کا بے پناہ کام ہوا' وہی تقریر و خطابت اور مباحثہ و مناظرہ سے بھی پوری طرح دعوت کا کام کیا گیا۔ یہ ان عالی قدر علماء کرام کی محنتوں کا ثمر ہے کہ جنہوں نے دنیوی آسائشوں سے کنارہ کش ہو کر عدم وسائل کے باوجود پاپیادہ بستی بستی نگر نگر جا کر لوگوں کو توحید بیان کی اور سنت سے آشنا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان علمائے کرام کی تبلیغی مساعی اس قدر زوردار تھی کہ جس نے کفر و شرک کے ایوانوں میں لرزا بپا کر دیا۔ انہوں نے خواب غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو جگایا' جو جاگ رہے تھے ان کو جھنجھوڑا اور ان میں کتاب و سنت کی اطاعت' عمل بالحدیث اور اتباع توحید کی نئی روح پھونکی۔ اس کے باوصف اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

بیسویں صدی عیسوی کے دور کو ہی دیکھ لیں۔ اس میں آپ کو علمائے اہل حدیث کی ایسی جماعت دکھائی دے گی' جنہوں نے تبلیغی میدان میں اپنی مساعی جمیلہ سے لوگوں کے عقائد باطلہ کی اصلاح کی' اسلام کا بول بالا کیا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس گروہ باصفا میں مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد حسین بٹالوی' مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا عبدالستار محدث دہلوی' مولانا عبداللہ محدث روپڑی' حافظ محمد اسماعیل روپڑی' مولانا حافظ

عبدالقادر روپڑی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادی، مولانا محمد صدیق لائل پوری، مولانا محمد اسماعیل ذبیح، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، مولانا عبدالغنی شاہ، مولانا حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، مولانا عبدالغفار سلفی کراچی، مولانا رفیق مدنپوری، پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری، مولانا سلطان محمود جلالپوری، سید بدیع الدین راشدی، شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری، سید محب اللہ راشدی وغیرہ کی تبلیغی مساعی سے کون انکار کرسکتا ہے۔

پھر جو علمائے کرام حیات ہیں ان میں مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری، حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا منظور احمد صاحب گوجرانوالہ، شہباز خطابت مولانا عبدالعزیز راشد، قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی، قاری عبدالرحیم کلیم، مولانا عبداللہ نثار، مولانا عبدالوکیل خانپوری، غازی اسلام رانا شفیق پسروری وغیرہ کے تبلیغی کارناموں سے ایک دنیا توحید وسنت پر عمل پیرا ہوئی۔

قیام پاکستان سے قبل متحدہ ہندوستان کے زمانے میں تین روزہ کانفرنسوں اور جلسوں کا رواج تھا۔ جماعت اہل حدیث ہند کی طرف سے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس باقاعدگی سے ہوتی تھی اور جماعت غرباء اہل حدیث ہند کی طرف سے ہر سال کمپنی باغ دہلی میں تین روزہ کانفرنس منعقد ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف اضلاع بالخصوص پنجاب کے علاقوں، امرتسر، جالندھر، گورداسپور، لدھیانہ، لاہور، لکھوکے، فیروزپور، ریاست فرید کوٹ، کوٹ کپورہ، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، ملتان اور اس کے گردونواح میں اہل حدیث جماعتیں انفرادی طور پر دینی جلسوں کا اہتمام کرتی تھیں۔ ان دینی جلسوں کی ایک خوبی یہ تھی کہ اس میں مختلف موضوعات پر مقررین تقاریر فرماتے اور اسلامی تعلیم کو نکھار کر پیش کرتے تھے۔ ان جلسوں میں لوگوں کی تعلیم وتربیت کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی احکام ومسائل سے آگاہ کرنا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ ان جلسوں میں ایک نشست مناظرہ بھی ہوا کرتی تھی۔ اس میں بسا اوقات بریلوی، دیوبندی، حنفی، شیعہ کے علاوہ ہندوؤں یا عیسائیوں سے بھی گفتگو ہوتی۔ اسے سننے کیلئے غیر مسلم سکھ، عیسائی اور ہندو بھی آتے اور جب وہ مسلمان علماء سے حقائق پر مبنی گفتگو سنتے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے اور ایسے میں بعض لوگ کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو جاتے۔

۱۹۴۵ء میں دہلی کے کمپنی باغ میں جماعت غرباء اہل حدیث کے سالانہ جلسے میں حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا ہندو پنڈت سے دلچسپ اور کامیاب مناظرہ ہوا تھا۔ اس میں ہندو مناظر نے پہلا سوال ہی یہ کیا کہ قرآن سے ثابت کرو اللہ ہندو تھا یا مسلمان......؟

اس کے جواب میں سلطان المناظرین حافظ روپڑی مرحوم نے سورۃ بقرہ کی وہ آیات پڑھ کر سنائیں، جن میں گائے ذبح کرنے کا واقعہ ہے۔ پھر حافظ صاحب گویا ہوئے، پنڈت جی اگر اللہ ہندو ہوتا تو وہ گائے ذبح کرنے کا کبھی بھی حکم نہ دیتا۔ یہ جواب سن کر ہندو مناظر ٹھنڈا ہو گیا اور حافظ صاحب فتحیاب ہوئے۔ اصل میں یہ اسلام کی فتح تھی۔ جس نے غیر مسلموں کو متاثر کیا اور ایسے مسلک اہل حدیث کی نیک نامی ہوئی۔

دعوت وتبلیغ اور مناظرہ ومباحثہ کے بے پناہ فوائد ہیں۔ برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور مسلک اہل حدیث کے فروغ میں مبلغین کی مساعی اور تبلیغ کا بڑا اثر ہے۔ اس سلسلے میں چند اور مثالیں قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امرتسر کی تحصیل اجنالہ میں ایک گاؤں محمد منداراں والا مشہور تھا۔ وہاں مولانا خدا بخش معروف عالم دین تھے، جو مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری مرحوم کے دادا تھے۔ حافظ صاحب کے والد کا نام مولانا محمد اسماعیل تھا۔ مولانا خدا بخش بہت بڑے واعظ تھے۔ پنجابی زبان میں نہایت موثر وعظ فرماتے۔ دیہات میں جا کر خود ہی اعلان فرماتے کہ آج فلاں جگہ وعظ ہوگا۔ پھر قرآن وسنت کی روشنی میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کرتے۔ انداز بیان انتہائی دلنشین اور اثر انگیز تھا۔ یہ سب تگ و دو بغیر کسی طمع کے لوجہ اللہ کرتے تا کہ عوام کو کتاب وسنت کی تعلیم سے روشناس کرایا جائے۔

ایک بار اس سلسلے میں موضع بھوجیاں تشریف لائے۔ اعلان کے بعد ایک مکان کی چھت پر وعظ فرمایا جو نہایت دلکش اور پرتاثیر تھا۔ آپ کا وعظ سن کر اکثر سعید الفطرت لوگوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ مگر بعض شوریدہ سر افراد نے سخت مخالفت کی، یہاں تک کہ نوبت مناظرہ تک پہنچ گئی۔ احناف امرتسر سے مولوی بابا رسل کو لے آئے۔ بابا رسل، مولوی محمد جان کی مسجد واقع ہال بازار امرتسر کے خطیب اور بہت بڑے حنفی عالم وفاضل تھے۔ ان کا بعض مسائل پر مولانا خدا بخش سے مناظرہ ہوا۔ بابا رسل اردو بولتے تھے اور منطق وعلم کلام کی روشنی میں بات کرتے تھے۔ اس لئے عوام کے پلے کچھ نہیں پڑتا تھا اور مولانا خدا بخش کی پنجابی گفتگو سب سمجھتے تھے۔

ایک بار بابا رسل نے اپنی باری میں منطق کی ''جزی وکلی'' کی بحث شروع کر دی۔ جو عوام کی سمجھ سے بالا تر تھی۔ جب مولانا خدا بخش جواب کیلئے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ بابا رسل کے کوٹھے (مکان) تو میں نے ڈھا دیئے ہیں اب ان کی ''کلی'' کب تک قائم رہے گی۔ اتنا کہنا تھا کہ چاروں طرف سے واہ واہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور سب لوگ یہ کہہ کر کہ ''مولانا خدا بخش جیت گئے'' چلتے بنے اور مولوی رسل خاموشی سے امرتسر واپس ہوئے۔ اس طرح موضع بھوجیاں میں مسلک اہل حدیث کی ابتداء ہوئی۔

(تذکرہ علمائے بھوجیاں صفحہ ۱۰۵)

اس واقعہ کے بعد اس گاؤں میں مسجد ومدرسہ قائم ہوا اور مولانا فیض اللہ مرحوم تشریف لائے۔ اسی گاؤں سے بڑی بڑی نابغہ عصر شخصیات علمی طور پر نمایاں ہوئیں۔ عظیم عالم دین مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اسی گاؤں

کے رہنے والے تھے۔

ضلع کرنال کی تحصیل پانی پت کا ایک گاؤں "باہڑی" ہے۔ یہاں کی آبادی احناف کے دیوبندی اور بریلوی حضرات پر مشتمل تھی۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ان لوگوں کی ۱۱ مساجد تھیں۔ کسی طرح اس گاؤں میں چند لوگ مسلک اہل حدیث کی طرف مائل ہوئے۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں اس گاؤں میں حضرت الامام مولانا عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا احناف کے مولوی خیر محمد جالندھری اور مولوی عبدالکریم سے تاریخی مناظرہ ہوا۔ اس میں امام صاحب نے ثابت کیا تھا کہ فقہ حنفی قرآن وسنت کے خلاف ہے اور بے نماز کافر ہے۔ امام صاحب کے دلائل اس قدر قوی اور گرفت اتنی سخت تھی کہ کوئی حنفی مولوی ان کے آگے نہ چلنے سکا۔ اس موقع پر قصبہ کے ۴۰ سے اوپر اور بعض عینی شاہدین کے مطابق ۷۰ سے زیادہ احناف نے مسلک اہل حدیث قبول کیا تھا۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس مناظرہ کا اہتمام رانا شفیق خاں پسروری کے والد مکرم حضرت مولانا رفیق خاں پسروری نے کیا تھا۔ ضلع کرنال کی تحصیل تھانیسر کے نواح میں تین گاؤں تھے۔ جھانسہ، اجرانہ اور کلسانہ یہ تینوں گاؤں راجپوتوں کے تھے۔ مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ ان مقامات پر اکثر تشریف لاتے اور لوگوں کو توحید وسنت کا وعظ کہتے۔ ان کی تبلیغی مساعی سے بہت سے لوگوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ (حالات خلیفہ جی ابراہیم صفحہ ۸)

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ

بے لوث مبلغ اور جید عالم دین تھے۔ انہوں نے نا مساعد حالات کے باوجود بہاولپور میں تن تنہا دعوت کا کام کیا۔ ان کی تبلیغی مساعی سے بہاولپور میں ایک انقلاب بپا ہوا اور ہزاروں لوگ مسلک اہل حدیث پر عمل پیرا ہو کر عامل بالحدیث بنے۔

شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کی اثر آفرینی سے قصبات کے قصبات اہل حدیث ہوئے۔ اسی طرح حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری مرحوم نے دعوت وتبلیغ کا بے پناہ کام کیا اور ہزاروں لوگوں کے باطل عقائد کی درستی کروائی۔ علمائے اہل حدیث نے اسلام کی تبلیغ کیلئے نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار کیا۔ جہاں ضرورت پڑی، نرمی کو اپنایا اور جہاں ضرورت محسوس کی اور حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بعض مرتبہ سخت رویہ اپنایا اور اس کا بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔

اس ضمن میں میں دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ (۱) مولانا عبدالقادر حصاروی رحمۃ اللہ علیہ بہت عظیم المرتبت عالم دین تھے۔ اسلامی علوم وفنون پر ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ فتویٰ بڑا مدلل اور جامع لکھتے تھے۔ مولانا اسحاق بھٹی صاحب نے ان کے حالات میں کاروانِ سلف میں لکھا ہے کہ ان کے گاؤں گنگا میں ایک بار ایک بے نماز عورت کا بیٹا فوت ہو گیا۔ (جو بے نماز تھا) مولانا نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ عورت نمازی بن گئی اور دوسرے بے نماز لوگ بھی نمازی بن گئے۔

پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم مولانا نور محمد کے متعلق بھی اس طرح کا واقعہ ہے کہ ان کا سگا بھائی فوت ہو گیا، جو بے نماز تھا۔ اسے ایسے ہی دفن کر دیا گیا۔ مولانا نے نہ تو خود نماز جنازہ پڑھائی اور نہ دوسروں کو پڑھنے دی۔ اس واقعہ سے گاؤں کے لوگ پکے نمازی بن گئے بلکہ آس پاس کے قصبوں کے لوگوں نے بھی اثر قبول کیا کہ جب مولانا نے اپنے بھائی کا خیال نہیں کیا تو ہمارا کیسے خیال کریں گے۔ (کاروان سلف از مولانا اسحٰق بھٹی)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

اس خطہ ارضی کے بلند مقام عالم دین تھے۔ انہوں نے اس سرزمین پاک وہند میں اسلام کی نشرواشاعت کیلئے بے پناہ کام کیا۔ آپ مفسر قرآن بھی تھے، محدث بھی، مصنف بھی تھے اور خطیب بھی، مناظر بھی تھے اور متکلم بھی۔ انہوں نے اسلام کی تبلیغ کیلئے ہر طریقہ اختیار کیا۔ ان کے تبلیغی کارناموں سے اک دنیا آگاہ ہے۔ وہ تبلیغ کیلئے ہر اس مقام پر پہنچے جہاں ان کو بلایا گیا۔ ان کے حالات میں مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ نے سیرت ثنائی میں تفصیل سے لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم اسلام کی نشرواشاعت کیلئے تازندگی سرگرم عمل رہے اور برصغیر پاک وہند کے کونے کونے میں گئے اور ان علاقوں کو اپنی دینی تبلیغ سے معطر کیا۔

ابوعلی اثری نے اپنی کتاب "چند رجال اہل حدیث" کے صفحہ نمبر ۶۳ پر لکھا ہے انہوں (مولانا ثناء اللہ امرتسری) نے اپنے واحد اخبار اہل حدیث کے ذریعہ جو خود ان کے ذاتی ثنائی پریس میں چھپتا تھا، تحریک اہل حدیث کو جو یوپی، پنجاب، دہلی اور پٹنہ کے چند ممتاز خاندانوں اور بعض شہروں اور قصبوں تک محدود تھی۔ کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور وہ ہندوستان کی جاندار اور ہمہ گیر تحریک بن گئی اور سب سے اس کی قوت متوالی اور ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں اس کے ماننے والے پیدا ہو گئے۔

مولانا ابوعلی اثری لکھتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ ان مرفوع، قوی اور مرجع حدیثوں پر عمل کرنے والوں کیلئے درحقیقت آیۃ من آیات اللہ تھے۔ ان کی بدولت آنحضرت ﷺ کی کتنی متروک سنتوں پر عمل ہوا اور وہ سنتیں کتنے لوگوں کا مستقل مسلک بن گئیں۔ یہ وہی ہیں، جو اپنے کو اہل حدیث، عامل بالحدیث، سلفی، موحد، محمدی اور اغیار ان کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں اور جو بحمداللہ برصغیر کے دونوں ٹکڑوں یعنی ہندوستان اور پاکستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ (چند رجال اہل حدیث)

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی (وفات ۱۹۵۶ء)

اپنے دور کے عظیم مفسر، کامیاب مناظر اور اچھے خطیب تھے۔ علم وعمل میں پختہ اور تبلیغی میدان کے شہسوار تھے۔ انہوں نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور وعظ وتقریر سے ارض

پاک وہند کے ہزاروں لوگوں کو توحید وسنت سے آشنا کر کے ان کی دینوی واخروی زندگی کی کامیابی کا سامان کیا۔

مولانا محمد رفیق خاں پسروری رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہل حدیث کے بے مثال مبلغ' مناظر اور مصنف تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے انہوں نے ضلع کرنال اور پھر جنڈیالہ گورو ضلع امرتسر میں دعوت وتبلیغ کا بے پناہ کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے پسرور ضلع سیالکوٹ آ گئے اور انہوں نے اس علاقے کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔ راجپوت گھرانے کے وہ کھاتے پیتے فرد تھے۔ تبلیغ کیلئے انہوں نے لاؤڈ سپیکر اور تانگہ سواری اپنی بنا رکھی تھی۔ وہ اس علاقے کے مختلف قصبات میں جا کر جلسوں کا اہتمام و انتظام کرتے اور لوگوں کو قرآن و حدیث کے مسائل بتاتے۔ ان کی تبلیغ سے چھبیس سو (۲۶۰۰) غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ ان نومسلم افراد کی فہرست مولانا مرحوم کے صاحبزادہ گرامی قدر رانا محمد شفیق خاں پسروری صاحب ڈپٹی سیکرٹری مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے پاس موجود ہے۔

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۵ء میں اپنے آبائی گاؤں بوہلیاں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر سے اپنے تبلیغی مشن کی ابتداء کی تھی۔ انہوں نے لوگوں کے عقائد باطلہ کی بھی اصلاح کی اور اپنے وعظ سے بھی لوگوں کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کیا۔ ۱۹۴۷ء میں وہ شیخوپورہ آ کر قیام پذیر ہوئے۔ ان دنوں ضلع شیخوپورہ میں اہل حدیث کی فقط ایک ہی مسجد تھی اور اس میں مولانا نور حسین گرجاکھی مرحوم خطیب تھے۔ یہاں آ کر مولانا شیخوپوری صاحب نے کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ دعوت دین میں بھی سرگرمی دکھائی۔ ان کی مساعی جمیلہ سے جہاں سینکڑوں اور ہزاروں لوگ اہل حدیث مسلک پر کاربند ہوئے وہیں شیخوپورہ اور اس کے گردونواح میں سینکڑوں اہل حدیث مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ وطن عزیز پاکستان اور ضلع شیخوپورہ میں مسلک اہل حدیث کے فروغ اور جماعت اہل حدیث کی ترقی میں مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی اس خدمات کے باوصف آج شیخوپورہ میں مسلک اہل حدیث کے حامل افراد کی کثیر تعداد موجود ہے۔

۱۹۲۶ء کے اپریل میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کیلئے امرتسر سے روانہ ہوئے تو ۲۸ اپریل کو ان کی کراچی آمد پر خالقدینا ہال میں ایک جلسہ رکھا گیا۔ اس دور میں کراچی میں اہل حدیث افراد کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ جو اہل حدیث افراد تھے بھی تو وہ دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا امرتسری مرحوم نے اہل حدیث افراد کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کراچی میں مسجد تعمیر کریں۔ یہ باتیں مولانا کے سفرنامہ حجاز مرتبہ مولانا سعید چنیوٹی سے ملتی ہیں۔ اس واقعہ کے ۲۱ سال بعد جب ملک تقسیم ہوا تو ایسے میں دہلی اور دوسرے علاقوں سے بہت سے اہل حدیث افراد کراچی میں قیام پذیر ہوئے۔ شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا امام عبدالستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی جماعت غرباء اہل حدیث کے بہت سے افراد کے ہمراہ کراچی آ گئے اور انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود برنس روڈ کے علاقے میں محمدی مسجد اور مدرسہ دارالسلام قائم کیا اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں پوری سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔

توحید وسنت پر مشتمل ان کے وعظ کی اثر آفرینی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کراچی شہر میں اہل حدیث مساجد کی تعمیر شروع ہوئی اور ہزاروں لوگ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو گئے۔ آج کراچی میں ۱۰۰ کے قریب ایسی مساجد ہیں' جن کا نظم ونسق جماعت غرباء اہل حدیث کے زیر اہتمام میں اندرون سندھ دعوت کا کام ہو رہا ہے اور حال ہی میں مرکزی جمعیت نے بھی اس طرف توجہ کی ہے اور اندرون سندھ اپنا مبلغ مقرر کیا ہے۔ بلاشبہ وطن عزیز میں جماعت غرباء اہل حدیث اور مرکزی جمعیت اہل حدیث دعوت وتبلیغ اور مسلک کے فروغ میں سرگرم عمل ہیں۔ اندرون سندھ راشدی خاندان کے دو تابندہ ستاروں سید محب اللہ شاہ اور سید بدیع الدین شاہ مرحوم نے بھی بڑا کام کیا ہے اور سچی بات ہے کہ ان بزرگوں کی تبلیغی کوششوں سے اندرون سندھ مسلک اہل حدیث کو بڑا فروغ ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول فرمائے۔

مولانا علی محمد صمصام رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہل حدیث میں پنجابی کے بہت اچھے شاعر اور واعظ تھے۔ آواز بڑی رسیلی تھی' ترنم سے پڑھتے اور مجمعے پر چھا جاتے تھے۔ دیہات کے لوگ تو ان کے گرویدہ تھے ہی' شہروں کے تعلیم یافتہ لوگ بھی ان سے بہت متاثر تھے۔ جب وہ تقریر کرتے یا نظم پڑھتے تو لوگ اس طرح دلجمعی سے بیٹھے ہوتے جیسے ان پر جادو کر دیا ہو۔ مولانا صمصام رحمۃ اللہ علیہ امرتسر کی تحصیل ترنتارن کے گاؤں ککاکڑیالہ سے تعلق رکھتے تھے۔

میرے دوست پروفیسر مسعود الرحمان کے والد گرامی ڈاکٹر عبدالواحد نقیب سمن آباد (فیصل آباد) میں قیام پذیر ہیں۔ وہ متحدہ ہندوستان میں ککاکڑیالہ میں رہائش پذیر تھے اور مولانا صمصام کے پڑوس میں ساتھ والا گھر ان کا تھا۔

ڈاکٹر نقیب صاحب نے قرآن مجید بھی مولانا صمصام مرحوم سے ہی پڑھا تھا۔ ڈاکٹر عبدالواحد نقیب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں ککاکڑیالہ میں ہر سال عرس ہوتا تھا۔ لوگ غیر شرعی رسوم وعوائد کے پابند تھے۔ عرس کے موقع پر ایک دن قوالی مولانا صمصام کے گھر مکان کی چھتوں پر ہوتی' دوسرے دن ہمارے مکان کی چھت پر اور تیسرے دن گاؤں سے باہر خانقاہ پر سارا گاؤں جاتا اور وہاں قوالی ہوتی۔ پھر جب مولانا صمصام دینی تعلیم پڑھ کر آئے تو انہوں نے اپنے والد اور افراد خانہ کو سمجھایا' ہمارے گھر والوں کو بھی تبلیغ کی اور گاؤں والوں کو بھی توحید وسنت کا وعظ کیا۔ جلد ہی ان کی تبلیغ کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور پورا گاؤں اہل حدیث ہو گیا۔

مولانا صمصام کی تبلیغی مساعی سے کئی غیر مسلم اسلام لائے اور سینکڑوں لوگ بدعات وخرافات چھوڑ کر

توحید وسنت پر عمل پیرا ہوئے۔ روپڑی خاندان کے گل سرسبد مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ رب العزت نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں ایک خاص مقام عطاء فرمایا تھا۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ وہ قرآن مجید اس خوش الحانی سے پڑھتے' ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے ابھی اس کا نزول ہو رہا ہے۔ حافظ صاحب توحید' اتباعِ سنت' فکر آخرت' قبر' حشر پر بڑا موثر وعظ کہتے۔

ان کے برادرِ صغیر سلطان المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی کی اس خوبی کو بیان کرتے ہوئے اپنے ایک انٹرویو میں فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ میں حافظ محمد اسماعیل صاحب' مولانا صمصام اور مولانا عبدالمجید صاحب ہم چار آدمی تھے۔ جس گاؤں میں جلسہ تھا ادھر صرف ایک بندہ اہل حدیث تھا' باقی بریلوی تھے' جبکہ اکثریت سکھوں کی تھی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ ادھر کیسے تبلیغ کی جائے۔ مسلک اہل حدیث کو تو یہاں کوئی اچھی طرح جانتا بھی نہیں ہے۔ ہم نے پلاننگ یہ کی کہ مولانا صمصام صاحب کی تھوڑی سی تقریر شروع میں کرا دی۔ پھر حافظ اسماعیل کو لگا دیا۔ وہ رات سوا دس بجے سے ساڑھے تین بجے تک تقریر بھی کرتے رہے اور ساتھ ساتھ قرآن بھی سناتے رہے۔ انہوں نے قرآن سے توحید بیان کی۔ دوران تقریر بریلوی تو کیا کوئی سکھ بھی نہیں اٹھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب صبح آٹھ بجے ہم ناشتہ کر رہے تھے تو گاؤں کے چوہدری آ گئے' کہنے لگے قرآن تو ہم پہلے بھی پڑھتے اور سنتے تھے' لیکن رات کو جو قرآن سنا ہے' پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ انہوں نے کہا کہ ہم نئے نئے مسلمان ہیں' ہمیں تو کچھ نہیں پتہ' ہم ناشتہ کر رہے تھے اور خیال تھا کہ ناشتے کے بعد ان سے بات کریں گے۔ مولانا صمصام کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ ان سے کوئی ایسی بات کی جائے کہ عام فہم ہو۔ اتنے میں ان میں سے ایک بولا کہ ہم نادان ہیں' مولوی آتے ہیں یہ کہتے ہیں' وہ کہتے ہیں۔ اس پر مولانا صمصام نے کہا کہ کیا گھر جا کر بیوی کو بہن کہہ لیا کرتے ہو؟ کہنے لگے نہیں۔ تو پھر نادان کیسے ہو گئے.....؟ پتہ ہے جی کنوئیں میں گریں گے تو مر جائیں گے۔ اچھا کبھی ساگ کے دھوکے میں گائے یا بھینس کا گوبر روٹی پر رکھ کر کھایا ہے.....؟ کہنے لگے نہیں۔ مولانا بولے تو پھر تم نادان کیسے ہو گئے۔ تم تو سمجھدار ہو۔ اس کے بعد انہیں بڑے احسن انداز میں مسلک اہل حدیث سمجھایا۔ یہاں تک کہ ناشتے سے پہلے جو گاؤں غیر اہل حدیث تھا' ناشتے کے بعد پورا گاؤں اہل حدیث ہو گیا۔ یہ حافظ محمد اسماعیل روپڑی صاحب کے قرآن پڑھنے کی تاثیر تھی۔ (ماہنامہ صراط مستقیم کراچی ستمبر ۱۹۹۴ء)

سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم بھی دین اسلام کی تبلیغ کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کی اور ہزاروں لوگوں کو اہل حدیث بنایا۔ میرے ایک دوست حافظ محمد سلیمان حسان فیصل آباد میں خطیب ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حافظ صاحب کے ساتھ ضلع بھکر اور لیہ میں تبلیغ کیلئے گیا۔ ہم نے جس گاؤں میں جانا تھا' وہ کئی میل پیدل سفر تھا۔ ہم پیدل اس گاؤں کی طرف جا رہے تھے کہ میں نے حافظ صاحب سے کہا حافظ جی ایسے علاقوں کو رہنے دیا کریں' جہاں جانا مشکل ہو۔ حافظ صاحب یہ بات سن کر فرمانے لگے ان علاقوں میں ہم نہ جائیں تو کون جائے گا۔ جو ان لوگوں کو دین کی دعوت دے اور قرآن وحدیث سنائے۔

میرے ایک بڑے پیارے دوست ہیں مولانا فاروق الرحمان یزدانی جامعہ سلفیہ میں مدرس ہیں اور جامعہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' کے نائب ایڈیٹر ہیں۔ وہ بڑے اچھے مصنف اور خطیب ہیں۔ کئی سال پہلے وہ حنفی مسلک سے اہل حدیث ہوئے تھے۔ دینی تعلیم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے جب تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو بہت سے لوگوں کو اہل حدیث بنایا۔ ان کے گاؤں جید چک (ضلع شیخوپورہ) میں کوئی اہل حدیث اور نہ کوئی مسجد اہل حدیث تھی۔ ان کی کوششوں سے گاؤں میں مسجد اہل حدیث تعمیر ہوئی اور آج اللہ کے فضل وکرم سے گاؤں میں اچھی خاصی جماعت ہے۔

فاتح بریلویت حضرت مولانا محمد عبداللہ نثار صاحب کے نام اور کام سے ایک دنیا آگاہ ہے۔ وہ جماعت کے بلند آہنگ خطیب اور غیور اہل حدیث عالم دین ہیں۔ ان کی تبلیغی کوششوں سے سینکڑوں لوگ اہل حدیث ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں ہمارے یہاں نثار کالونی فیصل آباد میں جامع مسجد محمدی اہل حدیث تعمیر ہوئی۔ مولانا عبداللہ نثار اس کے پہلے خطیب مقرر ہوئے۔ اس علاقے میں اس دور میں اہل حدیث افراد کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ مولانا نثار صاحب کی تقریریں سن کر اس علاقے کے بہت سے لوگ اہل حدیث ہوئے۔ ان کے بعد مولانا عبدالعزیز راشد صاحب کی دل پذیر خطابت نے اثر دکھایا اور نثار کالونی میں بیسیوں لوگ مسلک اہل حدیث اختیار کر کے عامل توحید و سنت بنے۔ مولانا راشد صاحب دسمبر ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۵ء تک محمدی مسجد نثار کالونی میں خطیب رہے۔ اس دور میں فیصل آباد میں کسی اہل حدیث عالم دین اور خطیب کا سب سے بڑا اجتماع مولانا راشد صاحب کا ہوتا تھا اور لوگ دور دور سے محمدی مسجد نثار کالونی میں آتے تھے۔ بریلوی اور دیوبندی بھی کثیر تعداد میں ان کا خطبہ جمعہ سنتے اور فجر کے بعد دروس قرآن میں شریک ہوتے۔

پھر ہمارے دوست اور استاد حضرت مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب صاحب نثار کالونی میں آئے۔ انہوں نے بھی بڑی محنت کی۔ لوگوں کے گھر جا جا کر انہیں دعوت دی۔ مسلک اہل حدیث سے متعارف کروایا۔ آج الحمدللہ نثار کالونی میں جماعت کی دو مساجد ہیں۔ محمدی مسجد میں بھی بہت بڑی جماعت ہے اور مسجد اقصیٰ گلی نمبر ۲۱ میں جہاں مولانا ثناء اللہ ثاقب صاحب ہیں' جمعۃ المبارک کا بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ یہ سب تبلیغ کے اثرات ہیں۔

مولانا محمد سلیمان جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے بڑے جید عالمِ دین تھے' وہ ایک عظیم باپ

مولانا محمد جوناگڑھی کے لائق فرزند تھے۔انہوں نے کم وبیش ۳۶،۳۷ سال قبل کراچی کے علاقے اورنگی ٹاؤن میں مسجد تعمیر کی اور وہاں جمعہ وجماعت کا سلسلہ شروع کیا۔ان دنوں وہاں ایک تو آبادی کم تھی، دوسرا اہل حدیث افراد بہت تھوڑی تعداد بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔مولانا سلیمان جوناگڑھی مرحوم کی تبلیغی مساعی سے وہاں بہت سے افراد مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہیں اور اورنگی ٹاؤن میں محمدی مسجد کو اہل حدیث کا اس علاقے میں مرکز تصور کیا جاتا ہے۔

بقیۃ السلف مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی حفظہ اللہ نیک اور صالح عالم دین ہیں۔دین کی تبلیغ کا جذبہ صادقہ ان کے قلب وذہن میں گھر کئے ہوئے ہے۔انہوں نے کئی سال پہلے ''اہل حدیث تبلیغی جماعت'' قائم کی تھی۔ اس کا مرکزی مقام بھائی پھیرو ضلع قصور کے قریب بونگہ بلوچاں ہے۔حافظ صاحب کی تبلیغی جماعت ملک کے اطراف واکناف میں جاکر لوگوں کو توحید وسنت کی تبلیغ کرتی ہے۔پاکستان کے ہر شہر میں اس جماعت کے افراد پائے جاتے ہیں۔یہ لوگ بغیر کسی دینوی لالچ کے بستی بستی نگر نگر جا کر لوگوں کو توحید کا پیغام پہنچاتے ہیں۔فیصل آباد میں بھی مرکزی جامع مسجد مبارک اہل حدیث منٹگمری بازار میں ان کا مرکز قائم ہے اور ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد تبلیغی پروگرام ہوتا ہے اور جمعہ کے روز جماعت تبلیغ کیلئے مختلف علاقہ جات میں جاتی ہے۔مجھے بھی کئی بار حاجی غلام نبی صاحب جو کہ فیصل آباد میں تبلیغی جماعت کے امیر ہیں، کی ہمراہی میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جانے کی سعادت ملی ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حافظ محمد یحییٰ عزیز صاحب اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہوئے ہیں اور ہزاروں لوگ خرافات وبدعات چھوڑ کر موحد اور پکے نمازی بن چکے ہیں اور الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے۔

مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک صالح اور داعی قسم کے عالم دین تھے۔قیام پاکستان کے بعد جب وہ شرق پور گئے تو اس وقت وہاں شاید ایک چھوٹی سی مسجد تھی، ان کے حکیمانہ اسلوب تبلیغ نے اثر دکھایا اور اب وہاں کئی اہل حدیث مساجد اور سینکڑوں اہل حدیث افراد موجود ہیں۔

شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہمہ جہت اور نابغہ روزگار شخصیت برسوں بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔وہ اپنے اوصاف وکمالات کے اعتبار سے تنہا ایک تحریک تھے۔۱۹۶۷ء میں علامہ شہید مدینہ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پاکستان آئے تھے اور ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء تک وہ مسلک کے فروغ، دین کی اشاعت اور جماعت کی ترقی کیلئے سرگرم عمل رہے۔سینکڑوں لوگ ان کی کتابیں پڑھ کر اور ان کی تقاریر سن کر راہ راست پر آئے اور انہوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔بلاشبہ علامہ شہید کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ تھی۔ان کے دور میں جماعت اہل حدیث نے پاکستان میں دینی سیاسی اور مسلکی اعتبار سے جس قدر ترقی کی وہ جماعت اہل حدیث کی تاریخ کا روشن باب ہے۔اللہ تعالیٰ علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، جنہوں نے اہل حدیثوں کو وقار سے جینے کا ڈھنگ سکھایا۔

مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید بھی اسلام کے بہت بڑے داعی اور مبلغ تھے۔انہوں نے مصائب و آلام کی پرواہ کئے بغیر پنجاب کے دور دراز علاقوں میں توحید کی آواز پہنچائی اور لوگوں کو مسلک اہل حدیث سے آگاہ کیا۔وہ شیریں مقال اور خوش گفتار واعظ تھے۔ان کی خطابت کی اثر آفرینی آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ حضرت مولانا سید عبدالغنی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کامونکی والے بھی جماعت کے بے مثال مبلغ اور بلند پایہ خطیب تھے۔

مولانا عبدالعزیز حنیف صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تبلیغی مساعی قابل قدر ہے۔ انہوں نے راقم کو ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ دینی تعلیم سے فارغ ہو کر جب وہ اسلام آباد گئے ہیں، تو وہاں اہل حدیث کی صرف ایک مسجد تھی۔ان کی تبلیغ اور جماعتی احباب کی کوششوں سے اسلام آباد میں جماعت اہل حدیث بھی بڑھی اور اب ۷۱ سے اوپر اہل حدیث مساجد ہیں۔

بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ کو اللہ رب العزت نے گفتگو کا سلیقہ اور خطابت کا فن عطاء فرمایا ہے۔وہ حکیمانہ اسلوب میں ایسی عمدہ گفتگو کرتے ہیں کہ سامعین کو مسحور کر دیتے ہیں۔گذشتہ ۷۰ سال سے باباجی تبلیغ فریضہ ادا کر رہے ہیں۔وطن عزیز کا شاید ہی کوئی علاقہ ہو جہاں یہ بزرگ نہیں گئے۔ان کی تبلیغ سے نامعلوم کتنے لوگوں نے قرآن وسنت کو اپنی زندگی کا منشور بنایا۔یہ سب بابائے تبلیغ کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے ان بزرگوں اور علمائے دین کی تبلیغی مساعی کا کہ جن کی تبلیغ سے اس خطہ میں مسلک اہل حدیث کو فروغ ملا، عوام میں احیاء سنت کی تحریک پیدا ہوئی۔تمسک بالسنۃ کا جذبہ ابھرا، لوگوں کے ذہنوں میں خالص توحید کا نقش مرتسم ہوا۔ان علمائے دین کی کوششوں سے عیسائیوں، قادیانیوں، بدعتیوں، دھریوں اور منکرین حدیث کی بیخ کنی ہوئی اور تمام باطل پسندوں کے علمبرداروں کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا گیا۔بہر حال یہ دور ترقی اور میڈیا کا دور ہے۔ایسے میں اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے دینی پروگراموں کی اشد ضرورت ہے۔تاکہ لوگوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا جا سکے۔پھر جماعتی زندگی کی بقاء کیلئے دینی اجتماع ضروری ہیں۔وہ جماعتیں مردہ ہیں، جو دعوت وتبلیغ کے میدان سے راہ فرار اختیار کرتی ہیں۔اللہ رب العزت صحیح طریقے سے دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆